

اسرائیل میں اقلیتوں اور مذہبی تنوع کے تنازعات: ریاستی پالیسی اور انسانی حقوق

CONFLICTS OF MINORITIES AND RELIGIOUS DIVERSITY IN ISRAEL: STATE POLICY AND HUMAN RIGHTS

Dr.Mumtaz Ali Bhutto

Assistant Professor Department of Islamic studies Govt:Boys Degree college Ratodero
District: Larkana, Sindh.

<https://orcid.org/0000-0002-9158-3701>
mabhutto2012@gmail.com

Dr.Nighat Akram

Assistant Professor(Islamic Studies),University of Poonch Rawalakot Ajk

nighatakram@upr.edu.pk

Dr. Abdul Haseeb (Corresponding Author)

Lecturer, Punjab Tianjin University of Technology Lahore

dr.haseeb@ptut.edu.pk

Abstract

This study provides a comprehensive analysis of the social, legal, and political conflicts arising from minority groups and religious diversity in Israel. It examines the interactions and tensions between state policies, legal frameworks, historical developments, and principles of human rights, highlighting their impact on equality, civic participation, and minority protection. The research begins with a theoretical and ideological framework, exploring the relationship between the modern nation-state, nationalism, and religion. The intellectual evolution of Zionism and the principles of multiculturalism have shaped the legal and social status of minorities in Israel. This theoretical perspective demonstrates how national identity and religious priorities directly influence minority inclusion, rights, and social relations. A historical and constitutional analysis covers the British Mandate period, the formation of state institutions after 1948, and the implementation of Basic Laws. This review illustrates how legal gaps, the Nation-State Law, and citizenship laws have limited minority rights, while the Jewish-democratic character of the state has sometimes posed obstacles to their political representation and protection.

The study also investigates the social and economic dimensions of minority communities, including Arab Palestinian citizens, Druze, Christians, Bedouin tribes, and African asylum seekers. Policies on land allocation, settlement, education, and linguistic preferences, along with limited civic infrastructure, reveal structural disparities affecting the economic and social development of these communities. International human rights frameworks, United Nations treaties, and reports from global organizations provide a critical lens to assess Israel's obligations and the challenges faced by minorities. Comparative analysis using the apartheid framework highlights structural inequalities in land, political representation, and civil rights. Furthermore, prospective reform measures offer pathways to enhance equality, civic rights, and social integration. In conclusion, the legal, social, and economic status of minorities in Israel reflects a complex interplay between state policy, national identity, and international human rights standards. Effective reforms, equality-based policies, and adherence to international principles can protect minority rights while promoting social inclusion, human dignity, and democratic values.

Keywords: Israel, Minorities, Religious Diversity, Human Rights, Nation-State Law, Arab Citizens, Druze, Bedouin, Multiculturalism, Social Inequality, Legal Frameworks, Civic Rights, International Law

اس تحقیق میں اسرائیل میں اقلیتوں اور مذہبی تنوع کے حوالے سے پیدا ہونے والے سماجی، قانونی اور سیاسی تنازعات کا جامع تجزیہ پیش کیا گیا ہے۔ اس میں ریاستی پالیسیوں، قانونی ڈھانچوں، تاریخی ترقی، اور انسانی حقوق کے اصولوں کے درمیان موجود تعلقات اور تضادات کو تفصیلی طور پر زیر مطالعہ لایا گیا ہے۔ تحقیق کا آغاز نظری و فکری بنیادوں سے کیا گیا ہے، جس میں جدید قومی ریاست، قومیت، اور مذہب کے تعلقات پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ صہیونیت کے فکری ارتقاء اور کثیر الثقافتی نظریات نے اسرائیل میں اقلیتوں کی قانونی اور سماجی حیثیت کے بنیادی ڈھانچے کو تشکیل دیا ہے۔ اس نظریاتی پس منظر سے واضح ہوتا ہے کہ قومی شناخت اور مذہبی

ترجیحات اقلیتوں کی شمولیت، حقوق اور سماجی تعلقات پر براہ راست اثر ڈالتی ہیں۔ تاریخی اور آئینی جائزے کے دوران برطانوی مینڈیٹ، 1948 کے بعد ریاستی اداروں کی تشکیل، اور بیک لاز کے نفاذ کا مطالعہ کیا گیا۔ یہ جائزہ اس بات کی وضاحت کرتا ہے کہ قانونی خلاء، نیشن اسٹیٹ لا، اور شہری قوانین نے اقلیتوں کے حقوق کو محدود کیا، جبکہ یہودی و جمہوری ریاست کے قانونی ڈھانچے نے بعض اوقات ان کے تحفظ اور نمائندگی میں رکاوٹ پیدا کی۔

سماجی اور اقتصادی پہلوؤں کے تجزیے میں عرب فلسطینی شہری، دروز، عیسائی، بدو قبائل، اور افریقی پناہ گزین کمیونٹی کی ساخت اور حیثیت پر تفصیلی روشنی ڈالی گئی ہے۔ زمین اور آباد کاری کی پالیسی، تعلیمی نصاب، لسانی ترجیحات، اور محدود شہری شمولیت کے اثرات کی بنیاد پر واضح کیا گیا ہے کہ اقلیتوں کی معاشی اور سماجی ترقی میں ساختی امتیاز موجود ہے۔ بین الاقوامی انسانی حقوق کے فریم ورک، اقوام متحدہ کے معاہدات، اور بین الاقوامی تنظیموں کی رپورٹس کے تجزیے سے اسرائیل میں اقلیتوں کے حقوق کی بین الاقوامی حیثیت اور ان کے تحفظ کے چیلنجز سامنے آئے ہیں۔ اپارٹھائیڈ کے علمی و قانونی تجزیے نے ساختی امتیاز، زمین، شہری نمائندگی اور بنیادی حقوق میں فرق کو واضح کیا ہے، جبکہ مستقبل کی اصلاحی جہات مساوات، شہری حقوق، اور سماجی شمولیت کے فروغ کے لیے رہنمائی فراہم کرتی ہیں۔ اسرائیل میں اقلیتوں کی قانونی، سماجی اور اقتصادی حیثیت ریاستی پالیسی، قومی شناخت، اور بین الاقوامی انسانی حقوق کے اصولوں کے درمیان ایک پیچیدہ تعلق کی عکاس ہے۔ مؤثر اصلاحات، مساوات پر مبنی پالیسی، اور بین الاقوامی اصولوں کی تعمیل کے ذریعے اقلیتوں کے حقوق کا تحفظ ممکن ہے، اور سماجی شمولیت، انسانی وقار، اور جمہوری اقدار کو فروغ دیا جاسکتا ہے۔

نظری و فکری بنیادیں

جدید قومی ریاست اور شناخت کا نظریہ

جدید قومی ریاست کا تصور محض سیاسی اقتدار کی تنظیم نہیں بلکہ ایک فکری و تہذیبی تشکیل ہے۔ یہ تصور سترہویں صدی کے بعد ابھرا، لیکن اس کی نظریاتی بنیاد انیسویں اور بیسویں صدی میں قومیت (Nationalism) کے مباحث کے ذریعے مستحکم ہوئی۔ قومیت نے ریاست کو صرف جغرافیائی اکائی کے بجائے ایک شناختی وحدت کے طور پر متعارف کرایا۔

شناخت (Identity) جدید ریاست کا بنیادی ستون ہے۔ یہی شناخت شہری وفاداری، قانونی مساوات، اور اجتماعی شعور کو تشکیل دیتی ہے۔ تاہم جب یہ شناخت مذہبی یا نسلی بنیاد پر قائم ہو تو ریاستی ساخت میں امتیازی رجحانات پیدا ہو سکتے ہیں۔ اسرائیل کی ریاستی تشکیل اسی نظری مباحث کا ایک نمایاں نمونہ ہے، جہاں قومی شناخت اور مذہبی روایت باہم مدغم ہیں۔

Benedict Anderson بیان کرتے ہیں کہ:

"The nation is an imagined political community and imagined as both inherently limited and sovereign."¹

"قوم ایک تصوراتی سیاسی برادری ہے جسے فطری طور پر محدود اور خود مختار سمجھا جاتا ہے۔"

اینڈرسن کے مطابق قوم ایک طبعی یا خونی رشتہ نہیں بلکہ ایک فکری و تاریخی تشکیل ہے۔ افراد ایک دوسرے کو شخصی طور پر نہیں جانتے، لیکن ایک مشترکہ تصور کے ذریعے خود کو ایک ہی قوم کا حصہ سمجھتے ہیں۔ یہی تصور جدید قومی ریاست کی بنیاد بنتا ہے۔ اسرائیل کے تناظر میں یہودی قومیت ایک تاریخی و مذہبی بیانیے کے ذریعے جدید سیاسی شکل اختیار کرتی ہے۔ اس سے واضح ہوتا ہے کہ قومی شناخت محض قانونی معاہدہ نہیں بلکہ ایک اجتماعی تخیل ہے جو ریاستی ڈھانچے کو متاثر کرتا ہے۔ اگر یہ تخیل کسی مخصوص مذہبی گروہ تک محدود ہو تو دیگر گروہ ریاستی شناخت میں ثانوی حیثیت اختیار کر لیتے ہیں۔

Ernest Gellner بیان کرتے ہیں کہ:

"Nationalism is primarily a political principle which holds that the political and the national unit should be congruent."²

¹ Benedict Anderson, Benedict Richard O'Gorman Anderson, Imagined Communities: Reflections on the Origin and Spread of Nationalism (London: Verso, 1983), 6.

² Ernest Gellner, Ernest André Gellner, Nations and Nationalism (Ithaca: Cornell University Press, 1983), 1.

"قومیت بنیادی طور پر ایک سیاسی اصول ہے جو اس بات کا تقاضا کرتا ہے کہ سیاسی وحدت اور قومی وحدت ایک دوسرے سے ہم آہنگ ہوں۔"

گیلنر کے مطابق جدید ریاست کی کامیابی اس بات پر منحصر ہے کہ سیاسی اقتدار اور قومی شناخت ایک ہی دائرے میں مجتمع ہوں۔ اگر ریاست اور قوم میں عدم تطابق ہو تو سیاسی بحران پیدا ہوتا ہے۔ اس نظریے کی روشنی میں اسرائیل کو ایک ایسی ریاست کے طور پر دیکھا جاسکتا ہے جو خود کو یہودی قوم کی سیاسی تجسیم سمجھتی ہے۔ تاہم جب ریاست کسی مخصوص قوم یا مذہب کے ساتھ مخصوص ہو جائے تو دیگر نسلی یا مذہبی گروہ مساوی شہری حیثیت کے سوال سے دوچار ہو جاتے ہیں۔ یہی پہلو اقلیتی تنازعات کو جنم دیتا ہے۔ جدید قومی ریاست کا نظریہ شناخت کے تصور پر قائم ہے۔ اینڈرسن اور گیلنر دونوں اس امر پر متفق ہیں کہ قوم ایک سیاسی اور فکری تشکیل ہے جو ریاستی اقتدار سے جڑی ہوتی ہے۔ تاہم جب قومی شناخت مذہبی یا نسلی بنیاد اختیار کرے تو ریاستی مساوات کا سوال پیچیدہ ہو جاتا ہے۔ اسرائیل کی مثال اسی نظری تناؤ کو ظاہر کرتی ہے، جو اقلیتوں کے حقوق کے مباحث کی بنیاد بنتا ہے۔

قومیت، مذہب اور ریاست کا باہمی تعلق

قومیت اور مذہب کا تعلق جدید سیاسی فلسفے کا ایک اہم اور متنازعہ موضوع ہے۔ اگرچہ یورپ میں سیکولر قومی ریاست کا تصور پروان چڑھا، لیکن تاریخی طور پر مذہب قومی شعور اور سیاسی وفاداری کی تشکیل میں بنیادی کردار ادا کرتا رہا ہے۔ بعض ریاستیں شہری قومیت (Civic Nationalism) کی بنیاد پر قائم ہوئیں، جبکہ بعض نے مذہبی یا نسلی شناخت کو اپنی اساس بنایا۔ اسرائیل اس دوسری قسم کی مثال ہے، جہاں مذہبی روایت اور قومی بیانیہ ریاستی ڈھانچے میں مدغم ہیں۔ یہی امتزاج اقلیتوں کی قانونی حیثیت اور انسانی حقوق کے سوالات کو جنم دیتا ہے۔

Anthony D. Smith بیان کرتے ہیں کہ:

"Religion has been a powerful and persistent source of collective identity and has often provided the cultural resources for the formation of nations."³

"مذہب اجتماعی شناخت کا ایک طاقتور اور مستقل سرچشمہ رہا ہے اور اس نے اکثر اقوام کی تشکیل کے لیے ثقافتی وسائل فراہم کیے ہیں۔"

اسمٹھ کے مطابق مذہب صرف روحانی نظام نہیں بلکہ اجتماعی شعور کی تشکیل کا ذریعہ بھی ہے۔ قومیں اکثر مذہبی روایت، مقدس تاریخ اور مشترکہ عقیدے کی بنیاد پر تشکیل پاتی ہیں۔ اسرائیل کی ریاستی تشکیل میں یہی عنصر نمایاں ہے، جہاں یہودی مذہبی روایت قومی شناخت کے لیے تاریخی جواز فراہم کرتی ہے۔ تاہم جب مذہب ریاستی شناخت کی بنیاد بن جائے تو غیر متعلقہ مذہبی گروہوں کے لیے مساوی شہری حیثیت کا سوال پیدا ہوتا ہے۔ José Casanova بیان کرتے ہیں کہ:

"The fusion of religion and nationalism can produce a powerful political identity that shapes both state institutions and citizenship."⁴

"مذہب اور قومیت کا امتزاج ایک طاقتور سیاسی شناخت پیدا کر سکتا ہے جو ریاستی اداروں اور شہریت دونوں کو متاثر کرتا ہے۔"

کاسانووا اس امر کی وضاحت کرتے ہیں کہ جب مذہب اور قومیت باہم مدغم ہو جائیں تو ریاستی ڈھانچہ محض قانونی تنظیم نہیں رہتا بلکہ ایک عقیدتی-سیاسی شناخت اختیار کر لیتا ہے۔ اس صورت میں شہریت کا تصور بھی غیر جانبدار نہیں رہتا بلکہ مخصوص مذہبی یا ثقافتی وابستگی سے مشروط ہو سکتا ہے۔ اسرائیل کے تناظر میں یہی امتزاج واضح ہے، جہاں یہودی شناخت ریاستی قانون سازی اور شہریت کے اصولوں پر اثر انداز ہوتی ہے۔ یہی پہلو اقلیتوں کے حقوق اور انسانی مساوات کے مباحث کو جنم دیتا ہے۔

³ Anthony D. Smith, Anthony David Stephen Smith, The Ethnic Origins of Nations (Oxford: Blackwell Publishers, 1986), 5.

⁴ José Casanova, José Pedro Zúquete Casanova, Public Religions in the Modern World (Chicago: University of Chicago Press, 1994), 41.

قومیت، مذہب اور ریاست کا تعلق جدید سیاسی فکر کا بنیادی سوال ہے۔ اینڈرسن، گیلنر، اسمتھ اور کاسانووا کے نظریات سے واضح ہوتا ہے کہ مذہب قومی شناخت کی تشکیل میں اہم کردار ادا کر سکتا ہے۔ تاہم جب یہی مذہبی شناخت ریاستی بنیاد بن جائے تو اقلیتی حقوق، شہریت اور مساوات کے مسائل پیدا ہوتے ہیں۔ اسرائیل کی ریاستی تشکیل اسی نظری امتزاج کی عملی مثال ہے، جو اس تحقیق کے مرکزی موضوع ریاستی پالیسی اور انسانی حقوق کو سمجھنے میں بنیادی حیثیت رکھتا ہے۔

صہیونیت کا فکری ارتقاء

صہیونیت (Zionism) انیسویں صدی کے اواخر میں یورپ میں ابھرنے والی ایک جدید قومی تحریک تھی جس کا بنیادی مقصد یہودیوں کے لیے ایک قومی وطن کا قیام تھا۔ اگرچہ اس کی جڑیں مذہبی روایات میں موجود تھیں، لیکن اس کی سیاسی تشکیل جدید یورپی قومیت کے زیر اثر ہوئی۔ چنانچہ صہیونیت کو محض مذہبی تحریک سمجھنا درست نہیں، بلکہ یہ ایک سیاسی قومیت تھی جس نے مذہبی روایت کو قومی بنیاد بنانے کے لیے استعمال کیا۔ صہیونیت کے اندر مختلف دھارے پائے جاتے ہیں: سیاسی صہیونیت، مذہبی صہیونیت، سوشلسٹ صہیونیت اور ریویژنلسٹ صہیونیت۔ تاہم ان سب کا مرکزی نکتہ یہ تھا کہ یہودی قوم ایک تاریخی وحدت ہے جسے ایک خود مختار ریاست کی ضرورت ہے۔ یہی نظریہ بعد میں ریاست اسرائیل کی فکری بنیاد بنا۔ صہیونیت کے فکری ارتقاء کو سمجھنے کے لیے ضروری ہے کہ اسے یورپی قومیت، نوآبادیاتی سیاست، اور مذہبی بنیاد کے امتزاج کے طور پر دیکھا جائے۔ اس تناظر میں عرب مفکرین نے صہیونیت کو ایک جدید قومی ایدولوجی قرار دیا ہے جس نے مذہب کو سیاسی جواز کے طور پر استعمال کیا۔ عبد الوہاب المسیری بیان کرتے ہیں کہ:

"الصهيونية ليست حركةً دينيةً خالصة، وإنما هي أيديولوجيا قومية حديثة وظفت التراث الدينيّ توظيفاً سياسياً لتحقيق مشروع استيطانيّ حديث"⁵.

"صہیونیت کوئی خالص مذہبی تحریک نہیں، بلکہ یہ ایک جدید قومی ایدولوجی ہے جس نے مذہبی ورثے کو سیاسی انداز میں استعمال کرتے ہوئے ایک جدید استیطانی منصوبے کو عملی جامہ پہنایا۔"

المسیری کے اس بیان سے واضح ہوتا ہے کہ صہیونیت کی بنیاد صرف عقیدہ نہیں بلکہ جدید قومیت اور سیاسی مفاد پرستی ہے۔ انہوں نے صہیونیت کو ایک ایسی قومی تحریک کے طور پر دیکھا جو توراتی روایت کو تاریخی حق کے طور پر پیش کر کے ایک جدید قومی ریاست قائم کرنا چاہتی تھی۔ یہ تشریح اسرائیل کی ریاستی تشکیل کو مذہب اور سیاست کے امتزاج کے تناظر میں سمجھنے میں مدد دیتی ہے۔ چونکہ صہیونیت نے مذہب کو قومی شناخت کا حصہ بنایا، اس لیے ریاستی ڈھانچے میں یہودی شناخت کو مرکزی حیثیت ملی۔ یہی امر بعد میں اقلیتوں کے حقوق اور مساوی شہریت کے سوال کو پیچیدہ بناتا ہے۔

صہیونیت کا فکری ارتقاء جدید یورپی قومیت اور مذہبی بنیاد کے امتزاج کا نتیجہ ہے۔ یہ ایک ایسی قومی ایدولوجی ہے جس نے مذہب کو سیاسی شناخت میں تبدیل کیا۔ اسی نظریاتی بنیاد پر اسرائیل کی ریاست قائم ہوئی، جس کے اثرات اقلیتی حیثیت اور انسانی حقوق کے مباحث میں نمایاں نظر آتے ہیں۔ چنانچہ صہیونیت کو ایک سیاسی-قومی نظریے کے طور پر سمجھنا اس تحقیق کی بنیادی ضرورت ہے۔

کثیر الثقافتی نظریات اور اقلیتی حقوق کا فلسفہ

کثیر الثقافتی نظریہ (Multiculturalism) جدید سیاسی فلسفے کا ایک اہم رجحان ہے جو اس بات پر زور دیتا ہے کہ ریاست کو مختلف ثقافتی، نسلی اور مذہبی گروہوں کی شناخت کا اعتراف کرنا چاہیے۔ بیسویں صدی کے اواخر میں یہ نظریہ اس وقت ابھرا جب مغربی معاشروں میں نسلی و ثقافتی تنوع میں اضافہ ہوا۔ لیبرل جمہوریت کے روایتی تصور میں شہری مساوات کو بنیادی اہمیت حاصل ہے، لیکن کثیر الثقافتی مفکرین کے مطابق مساوات کا مطلب صرف قانونی برابری نہیں بلکہ ثقافتی شناخت کا تحفظ بھی ہے۔ اقلیتوں کو اپنی زبان، مذہب اور ثقافت برقرار رکھنے کا حق حاصل ہونا چاہیے، اور ریاست کو ان حقوق کی ضمانت دینی چاہیے۔ اس تناظر میں اسرائیل کا معاملہ ایک اہم مثال ہے، کیونکہ وہاں یہودی شناخت ریاستی بنیاد ہے جبکہ عرب اور دیگر اقلیتیں ثقافتی و مذہبی تنوع کی نمائندگی کرتی ہیں۔ چنانچہ کثیر الثقافتی نظریات کے ذریعے اقلیتی حقوق کا فلسفیانہ تجزیہ ممکن ہوتا ہے۔ طارق البشري بیان کرتے ہیں کہ:

⁵ عبد الوہاب المسیری، عبد الوہاب محمد المسیری، موسوعة اليهود واليهودية والصهيونية، مكتبة الشروق الدولية، القاهرة، 1999ء، ج 1، ص 148

Abd al-Wahhab al-Masiri, Abd al-Wahhab Muhammad al-Masiri, Encyclopedia of Jews, Judaism and Zionism, Shorouk International Library, Cairo, 1999, Vol. 1, p. 148.

"إن الاعتراف بالتعدد الثقافي والديني داخل الدولة هو شرطٌ لتحقيق العدالة السياسية، لأنّ المواطنة لا تكتملُ إلا بصيانة الخصوصيات الجماعية"⁶.

"ریاست کے اندر ثقافتی اور مذہبی تنوع کو تسلیم کرنا سیاسی انصاف کے حصول کی شرط ہے، کیونکہ شہریت اس وقت تک مکمل نہیں ہوتی جب تک اجتماعی خصوصیات کا تحفظ نہ کیا جائے۔"

البشری کے اس بیان میں کثیر الثقافتی نظریے کا خلاصہ موجود ہے۔ ان کے مطابق ریاست کی ذمہ داری صرف یہ نہیں کہ وہ قانونی مساوات فراہم کرے، بلکہ اسے مختلف گروہوں کی ثقافتی شناخت کا احترام بھی کرنا چاہیے۔ یہ تصور اسرائیل کے تناظر میں نہایت اہم ہے، کیونکہ اگر ریاست خود کو کسی ایک مذہبی قوم کے ساتھ مخصوص کرے تو دیگر گروہوں کی ثقافتی شناخت کمزور پڑ سکتی ہے۔ چنانچہ کثیر الثقافتی فلسفہ اس امر پر زور دیتا ہے کہ ریاستی ڈھانچے میں تنوع کو آئینی تحفظ دیا جائے تاکہ سیاسی انصاف اور انسانی حقوق کی تکمیل ہو سکے۔ یہ نظریہ اقلیتی تنازعات کو حل کرنے کے لیے ایک فکری فریم ورک فراہم کرتا ہے، جس کے ذریعے شہری مساوات اور مذہبی شناخت کے درمیان توازن قائم کیا جاسکتا ہے۔

صہیونیت کا فکری ارتقاء اور کثیر الثقافتی نظریات دونوں جدید سیاسی فکر کے اہم مباحث ہیں۔ پہلا نظریہ مذہبی قومیت کو ریاستی بنیاد بناتا ہے، جبکہ دوسرا نظریہ ریاست کے اندر تنوع کے اعتراف اور اقلیتی حقوق کے تحفظ پر زور دیتا ہے۔

اسرائیل کی ریاستی ساخت انہی دو نظری رجحانات کے درمیان تناؤ کی نمائندگی کرتی ہے: ایک جانب مذہبی قومی شناخت، اور دوسری جانب کثیر الثقافتی انصاف کا تقاضا۔ یہی نظری تناؤ اقلیتوں اور انسانی حقوق کے مباحث کو جنم دیتا ہے، جو اس تحقیق کا مرکزی موضوع ہے۔

اسرائیل کی تاریخی تشکیل اور آئینی ارتقاء

برطانوی مینڈیٹ سے ریاستی قیام تک

اسرائیل کی ریاستی تشکیل کو سمجھنے کے لیے برطانوی مینڈیٹ (1920-1948) کا دور بنیادی اہمیت رکھتا ہے۔ پہلی جنگ عظیم کے بعد سلطنت عثمانیہ کے انہدام اور لیگ آف نیشنز کے مینڈیٹ سسٹم کے تحت فلسطین برطانیہ کے زیر انتظام آیا۔ اس عرصے میں بالفور اعلامیہ (1917) کے اثرات نمایاں ہوئے، جس میں برطانیہ نے فلسطین میں یہودی قومی وطن کے قیام کی حمایت کی تھی۔ برطانوی دور حکومت میں ایک جانب یہودی ہجرت (Aliyah) میں اضافہ ہوا، صہیونی ادارے مضبوط ہوئے، اور نیم ریاستی ڈھانچے وجود میں آئے؛ دوسری جانب عرب آبادی نے سیاسی مزاحمت اور قومی تحریک کو منظم کیا۔ 1936-1939 کی عرب بغاوت اور اس کے بعد کی برطانوی پالیسیوں نے فلسطین کو ایک شدید نسلی و سیاسی کشمکش کی طرف دھکیل دیا۔

1947 میں اقوام متحدہ کی تقسیم فلسطین کی قرارداد (UN Partition Plan) نے دور ریاستی حل تجویز کیا، لیکن زمینی سطح پر یہ منصوبہ خانہ جنگی اور پھر 1948 کی عرب-اسرائیل جنگ پر منتج ہوا۔ اسی پس منظر میں 14 مئی 1948 کو ریاست اسرائیل کا اعلان کیا گیا۔ یہ اعلان ایک سیاسی و نظریاتی سفر کی تکمیل تھا جس کی جڑیں صہیونی تحریک اور برطانوی دور حکومت میں بیوست تھیں۔

رشید خالدی بیان کرتے ہیں کہ:

"The British Mandate created the political and administrative framework within which the Zionist movement was able to develop the institutions of a state before the state itself was formally declared."⁷

"برطانوی مینڈیٹ نے وہ سیاسی اور انتظامی ڈھانچہ فراہم کیا جس کے اندر صہیونی تحریک کو ریاست کے باقاعدہ اعلان سے پہلے ہی ریاستی ادارے تشکیل دینے کا موقع ملا۔"

⁶ طارق البشري، طارق عبد الفتاح البشري، المدونة والمجتمع في مصر المعاصرة، دار الشروق، قاہرہ، 2008ء، ج 1، ص 212

Tariq al-Bishri, Tariq Abd al-Fattah al-Bishri, The State and Society in Contemporary Egypt, Dar al-Shorouk, Cairo, 2008, Vol. 1, p. 212.

⁷ Rashid Khalidi, Rashid Ismail Khalidi, The Iron Cage: The Story of the Palestinian Struggle for Statehood (Boston: Beacon Press, 2006), 67.

رشید خالدی کے اس بیان سے واضح ہوتا ہے کہ اسرائیل کا قیام اچانک واقعہ نہیں تھا بلکہ ایک تدریجی ادارہ جاتی عمل کا نتیجہ تھا۔ برطانوی مینڈیٹ کے دوران یہودی ایجنسی، ہگانا، اور دیگر تنظیمیں ایک نیم ریاستی کردار ادا کر رہی تھیں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ 1948 کا اعلان آزادی ایک ایسے سیاسی و انتظامی ڈھانچے کی تکمیل تھا جو پہلے سے موجود تھا۔ اس کے برعکس عرب فلسطینی قیادت اس نوعیت کے ادارہ جاتی استحکام سے محروم رہی، جس کے نتیجے میں طاقت کا توازن صہیونی تحریک کے حق میں رہا۔

یہ تاریخی پس منظر اسرائیل کی آئینی ارتقاء کو سمجھنے میں بنیادی حیثیت رکھتا ہے، کیونکہ ریاستی اداروں کی تشکیل کا آغاز مینڈیٹ کے دور ہی میں ہو چکا تھا۔ برطانوی مینڈیٹ کا دور اسرائیل کی ریاستی تشکیل کا بنیادی مرحلہ تھا۔ اسی دور میں صہیونی تحریک نے سیاسی، عسکری اور انتظامی ادارے قائم کیے جو بعد میں ریاستی ڈھانچے کی بنیاد بنے۔ 1948 کا اعلان ریاست ایک تاریخی عمل کی تکمیل تھا، نہ کہ اچانک سیاسی اقدام۔ یہی پس منظر اسرائیل کے آئینی ارتقاء اور اقلیتی سوال کو سمجھنے کے لیے ناگزیر ہے۔

1948 کے بعد ریاستی اداروں کی تشکیل

1948 میں ریاست اسرائیل کے قیام کے بعد سب سے اہم سوال یہ تھا کہ نئی ریاست اپنے ادارہ جاتی اور آئینی ڈھانچے کو کس بنیاد پر استوار کرے گی۔ اگرچہ اعلان آزادی میں جمہوریت، مساوات اور انسانی حقوق کے اصولوں کا ذکر کیا گیا، لیکن عملی طور پر ریاست کو اپنی یہودی شناخت اور جمہوری دعوے کے درمیان توازن قائم کرنا تھا۔ اسرائیل نے فوری طور پر ایک مکمل تحریری آئین مرتب نہیں کیا، بلکہ مرحلہ وار "بیسک لاز (Basic Laws)" کے ذریعے آئینی ڈھانچہ تشکیل دیا۔ کنسیٹ (پارلیمنٹ)، عدلیہ، اور انتظامیہ کو منظم کیا گیا۔ ساتھ ہی 1950 میں "قانون واپسی (Law of Return)" منظور کیا گیا، جس نے دنیا بھر کے یہودیوں کو شہریت کا خصوصی حق دیا۔

یہ ادارہ جاتی ارتقاء ایک ایسے ماڈل کی نمائندگی کرتا ہے جس میں قومی شناخت اور ریاستی قانون سازی باہم مربوط ہیں۔ یہی تعلق اقلیتی حیثیت اور مساوی شہریت کے سوال کو پیچیدہ بناتا ہے۔ مارتن وان کریفلڈ بیان کرتے ہیں کہ:

"Israel developed strong state institutions rapidly after 1948, combining democratic procedures with a clear commitment to its identity as a Jewish state."⁸

"1948 کے بعد اسرائیل نے تیزی سے مضبوط ریاستی ادارے قائم کیے، جن میں جمہوری طریقہ کار کو ایک واضح یہودی ریاستی شناخت کے ساتھ یکجا کیا گیا۔"

وان کریفلڈ کے اس بیان سے ظاہر ہوتا ہے کہ اسرائیل نے قیام کے فوراً بعد ادارہ جاتی استحکام کو ترجیح دی۔ پارلیمانی نظام، عدالتی ڈھانچہ، اور عسکری تنظیم کو منظم کیا گیا، جس سے ریاست کو داخلی استحکام حاصل ہوا۔ تاہم اس کے ساتھ ساتھ ریاست نے اپنی شناخت کو "یہودی ریاست" کے طور پر واضح رکھا۔ اس دوہری شناخت جمہوری اور یہودی نے ایک منفرد آئینی ماڈل پیدا کیا۔ یہ ماڈل بظاہر جمہوری اصولوں پر قائم ہے، لیکن اس کی قومی بنیاد مذہبی۔ نسلی شناخت پر استوار ہے۔ اسی دوہری ساخت نے بعد میں اقلیتوں کے حقوق، زمین کی ملکیت، اور شہریت کے سوالات کو جنم دیا، جو اس تحقیق کا مرکزی موضوع ہیں۔

1948 کے بعد اسرائیل نے تیزی سے ایک منظم ریاستی ڈھانچہ قائم کیا، جس میں پارلیمانی نظام، عدلیہ اور بیسک لاز شامل تھے۔ تاہم اس ادارہ جاتی ارتقاء میں یہودی قومی شناخت کو بنیادی حیثیت حاصل رہی۔ یہی دوہرا کردار۔ جمہوری طریقہ کار اور مذہبی قومی شناخت اسرائیل کے آئینی نظام کی امتیازی خصوصیت ہے، جو اقلیتوں اور انسانی حقوق کے مباحث کو سمجھنے میں مرکزی اہمیت رکھتا ہے۔

آئینی خلا اور بیسک لاز (Basic Laws)

ریاست اسرائیل کے قیام کے بعد سب سے اہم سوال یہ تھا کہ آیا ایک مکمل تحریری آئین مرتب کیا جائے یا مرحلہ وار آئینی ارتقاء اختیار کیا جائے۔ اعلان آزادی (1948) میں آئین کی تیاری کا وعدہ کیا گیا تھا، لیکن سیاسی اختلافات خصوصاً مذہبی اور سیکولر دھڑوں کے درمیان اس امر میں رکاوٹ بنے۔ نتیجتاً اسرائیل نے ایک منفرد ماڈل اختیار کیا جس کے تحت مکمل آئین کے بجائے تدریجی انداز میں "بیسک لاز" منظور کیے گئے۔ 1950 کی ہاراری قرارداد (Harari Resolution) کے

⁸ Martin van Creveld, Martin Levi van Creveld, The Rise and Decline of the State (Cambridge: Cambridge University Press, 1999), 318.

مطابق آئین کو مختلف بنیادی قوانین کی صورت میں مرحلہ وار مرتب کیا جانا تھا۔ چنانچہ وقت کے ساتھ ساتھ کنست، عدلیہ، حکومت، انسانی و قار اور آزادی، اور دیگر موضوعات پر بیسک لاز منظور کیے گئے۔ ان قوانین کو آئینی حیثیت حاصل ہے اور سپریم کورٹ انہیں عدالتی نظر ثانی (Judicial Review) کی بنیاد بناتی ہے۔

یہ آئینی خلا دراصل ایک سیاسی سمجھوتہ تھا جس نے اسرائیل کو لچکدار مگر پیچیدہ آئینی ڈھانچہ فراہم کیا۔ اسی ڈھانچے کے اندر یہودی شناخت اور جمہوری اصولوں کے درمیان توازن قائم کرنے کی کوشش کی گئی، تاہم یہی ساخت اقلیتی حقوق کے سوال کو مزید پیچیدہ بناتی ہے۔ ایہود سپری بیان کرتے ہیں کہ:

"إسرائيل هي الدولة الديمقراطية الوحيدة التي لا تمتلك دستوراً مكتوباً كاملاً، بل تعتمد على قوانين أساسية تؤدي وظيفة الدستور تدريجياً"⁹.

"اسرائیل وہ واحد جمہوری ریاست ہے جس کے پاس مکمل تحریری آئین موجود نہیں، بلکہ وہ بنیادی قوانین پر انحصار کرتی ہے جو بتدریج آئین کا کردار ادا کرتے ہیں۔"

اس بیان سے واضح ہوتا ہے کہ اسرائیل کا آئینی ڈھانچہ غیر روایتی نوعیت کا ہے۔ بیسک لاز ایک مکمل آئین کا متبادل ہیں، لیکن ان کی تدوین مختلف سیاسی مراحل میں ہوئی، جس کے باعث ان میں نظریاتی تناؤ موجود ہے۔ یہ صورت حال عدلیہ کو ایک اہم کردار دیتی ہے، کیونکہ سپریم کورٹ ان قوانین کی تشریح کے ذریعے آئینی اصول متعین کرتی ہے۔ تاہم جب بیسک لاز میں "یہودی ریاست" کی تعریف شامل ہو، تو عدالتی توازن کا سوال مزید حساس ہو جاتا ہے۔ چنانچہ آئینی خلا اور تدریجی قانون سازی اسرائیل کے آئینی ارتقاء کی ایک نمایاں خصوصیت ہے، جو اقلیتوں کے حقوق کے تناظر میں گہرے قانونی مباحث کو جنم دیتی ہے۔

اسرائیل کا آئینی ماڈل مکمل تحریری آئین کے بجائے بیسک لاز پر مبنی ہے، جو بتدریج آئینی حیثیت اختیار کرتے گئے۔ یہ لچکدار مگر متنازعہ ڈھانچہ ایک طرف جمہوری اصولوں کو تقویت دیتا ہے، جبکہ دوسری طرف یہودی شناخت کو آئینی سطح پر مستحکم کرتا ہے۔ یہی دوہرا پن آئینی مباحث اور اقلیتی حقوق کے تناظر میں بنیادی اہمیت رکھتا ہے۔

یہودی و جمہوری ریاست کا قانونی تصور

اسرائیل کی آئینی اور قانونی شناخت کو عموماً "یہودی اور جمہوری ریاست (Jewish and Democratic State)" کے تصور سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ یہ اصطلاح مختلف بیسک لاز اور عدالتی فیصلوں میں استعمال ہوئی ہے۔ اس کا مقصد ایک ایسے ماڈل کی وضاحت کرنا ہے جس میں ریاست کی قومی بنیاد یہودی شناخت ہو، جبکہ اس کا سیاسی نظام جمہوری اصولوں پر قائم رہے۔ تاہم اس تصور کے اندر نظریاتی تناؤ موجود ہے۔ جمہوریت مساوی شہریت اور قانونی برابری کا تقاضا کرتی ہے، جبکہ "یہودی ریاست" کا تصور ایک مخصوص قومی و مذہبی شناخت کو مرکزی حیثیت دیتا ہے۔ اسی تناؤ نے اسرائیلی عدلیہ اور سیاسی مفکرین کے درمیان طویل مباحث کو جنم دیا ہے۔

یہ قانونی تصور نہ صرف داخلی قانون سازی بلکہ اقلیتوں کی آئینی حیثیت پر بھی اثر انداز ہوتا ہے، کیونکہ ریاستی شناخت کا تعین براہ راست شہری مساوات کے مفہوم کو متاثر کرتا ہے۔ عزمی بشارہ بیان کرتے ہیں کہ:

"إن تعريف إسرائيل كدولة يهودية وديمقراطية يطرح إشكالية قانونية، لأنّ الجمع بين الهوية القومية الحصرية ومبدأ المساواة الكاملة يظلّ موضع توتر دائم"¹⁰.

"اسرائیل کو یہودی اور جمہوری ریاست کے طور پر متعین کرنا ایک قانونی اشکال پیدا کرتا ہے، کیونکہ مخصوص قومی شناخت اور مکمل مساوات کے اصول کو یکجا کرنا ہمیشہ مستقل تناؤ کا باعث رہتا ہے۔"

⁹ ایہود سبیری، ایہود سبیری بن شلمو، النظام الدستوري في إسرائيل، دار المدي للدراسات والنشر، حيفا، 2005ء، ص 73
Ehud Sprinzak (Ehud S. Sprinzak), The Constitutional System in Israel, Dar al-Mada for Studies and Publishing, Haifa, 2005, p. 73.

¹⁰ عزمی بشارہ، عزمی محمد بشارہ، من يهودية الدولة حتى شارون، المركز العربي للأبحاث ودراسة السياسات، بيروت، 2004ء، ص 112

Azmi Bishara, Azmi Muhammad Bishara, From the Jewish State to Sharon, Arab Center for Research and Policy Studies, Beirut, 2004, p. 112.

بشارہ کے مطابق "یہودی و جمہوری ریاست" کا تصور بظاہر ہم آہنگ معلوم ہوتا ہے، لیکن قانونی سطح پر یہ تضاد پیدا کرتا ہے۔ اگر ریاست کی قومی شناخت کسی ایک گروہ سے مخصوص ہو تو مکمل شہری مساوات کا نفاذ مشکل ہو جاتا ہے۔ یہ تناؤ اسرائیلی سپریم کورٹ کے متعدد فیصلوں میں نظر آتا ہے، جہاں عدالت نے جمہوری اصولوں کو برقرار رکھنے کی کوشش کی، مگر ریاستی شناخت کی حدود بھی مد نظر رکھیں۔

یہ قانونی تصور دراصل اسرائیل کے آئینی مباحث کا مرکز ہے۔ اقلیتی حقوق، زمین کی ملکیت، شہریت کے قوانین، اور زبان کی آئینی حیثیت جیسے مسائل اسی نظری فریم ورک میں زیر بحث آتے ہیں۔ "یہودی و جمہوری ریاست" کا تصور اسرائیل کے آئینی اور قانونی ڈھانچے کی بنیاد ہے۔ تاہم یہ تصور نظریاتی اور قانونی تناؤ سے خالی نہیں۔ ایک جانب قومی مذہبی شناخت کو برقرار رکھنے کی کوشش ہے، اور دوسری جانب جمہوری مساوات کا تقاضا۔ یہی دوہرا اسرائیل کے اقلیتی تنازعات اور انسانی حقوق کے مباحث کو سمجھنے کی کلید فراہم کرتا ہے۔

ریاستی قانون سازی اور اقلیتی حیثیت

شہریت اور واپسی کا قانون

اسرائیل کی ریاستی قانون سازی میں سب سے بنیادی اور متنازع قانون 1950 کا قانون واپسی (Law of Return) ہے۔ اس قانون کے مطابق دنیا بھر کا ہر یہودی اسرائیل آ کر فوری شہریت حاصل کر سکتا ہے۔ یہ قانون اسرائیل کی قومی شناخت کا قانونی اظہار ہے، کیونکہ یہ ریاست کو یہودی قوم کی تاریخی وطن کے طور پر متعین کرتا ہے۔ 1952 کے شہریت کے قانون (Nationality Law) نے اس تصور کو مزید مستحکم کیا۔ اس کے تحت یہودیوں کو ترجیحی بنیادوں پر شہریت دی گئی، جبکہ غیر یہودی باشندوں خصوصاً فلسطینی عربوں کے لیے شہریت کے حصول کا عمل پیچیدہ اور محدود رکھا گیا۔

قانون واپسی ریاستی شناخت اور شہری مساوات کے درمیان تناؤ کو نمایاں کرتا ہے۔ ایک طرف یہ قانون تاریخی مظلومیت اور یہودی قوم کے لیے تحفظ کا جواز پیش کرتا ہے، جبکہ دوسری طرف یہ غیر یہودی شہریوں کے لیے امتیازی قانونی ساخت پیدا کرتا ہے۔ یہی قانونی امتیاز اقلیتی حیثیت اور انسانی حقوق کے مباحث میں مرکزی حیثیت رکھتا ہے۔

Ilán Pappé بیان کرتے ہیں کہ:

"The Law of Return granted every Jew in the world the automatic right to become a citizen of Israel, while denying the same right to the Palestinian refugees who had been displaced in 1948."¹¹

"قانون واپسی نے دنیا بھر کے ہر یہودی کو اسرائیلی شہریت کا خود کار حق دیا، جبکہ 1948 میں بے دخل کیے گئے فلسطینی پناہ گزینوں کو یہی حق دینے سے انکار کیا گیا۔"

پاپے کے مطابق قانون واپسی محض ایک شہریت کا قانون نہیں بلکہ ایک قومی پالیسی ہے جو ریاست کی شناخت کو واضح کرتی ہے۔ یہ قانون ایک نسلی-مذہبی تعریف پر مبنی ہے جس کے تحت یہودی ہونا شہریت کے حصول کا بنیادی معیار بن جاتا ہے۔ اس قانون کے ذریعے اسرائیل نے عالمی یہودی برادری کو اپنی ریاستی شناخت کا حصہ بنایا، لیکن ساتھ ہی فلسطینی مہاجرین کو واپسی کے حق سے محروم رکھا۔ اس سے قانونی مساوات کا سوال پیدا ہوتا ہے، کیونکہ بین الاقوامی قانون میں شہریت اور واپسی کے حق کو انسانی حقوق کے تناظر میں دیکھا جاتا ہے۔ چنانچہ قانون واپسی اسرائیلی قانون سازی کا وہ بنیادی ستون ہے جس نے اقلیتی حیثیت اور نسلی امتیاز کے مباحث کو جنم دیا۔

قانون واپسی اسرائیل کی قومی شناخت کا آئینی اظہار ہے، لیکن اس کے قانونی اثرات اقلیتی حیثیت کے سوال کو پیچیدہ بنا دیتے ہیں۔ یہ قانون یہودی قوم کو ترجیحی حیثیت دیتا ہے جبکہ دیگر گروہوں، خصوصاً فلسطینی مہاجرین، کو مساوی حق سے محروم رکھتا ہے۔ اسی بنیاد پر شہریت اور مساوات کا مسئلہ اسرائیلی آئینی مباحث میں مرکزی حیثیت اختیار کر جاتا ہے۔

¹¹ Ilán Pappé, Ilan Pappé, The Ethnic Cleansing of Palestine (Oxford: Oneworld Publications, 2006), 204.

2018 نیشن اسٹیٹ لاکا تجزیہ

2018 میں اسرائیل کی کنسیٹ نے بیسک لا: اسرائیل بطور یہودی قوم کی ریاست (Basic Law: Israel as the Nation-State of the Jewish People) منظور کیا۔ اس قانون نے اسرائیل کی قومی شناخت کو آئینی سطح پر واضح کرتے ہوئے اسے "یہودی قوم کی قومی ریاست" قرار دیا۔ اس قانون کے تحت عبرانی زبان کو واحد سرکاری زبان کا درجہ دیا گیا، یہودی آباد کاری کو قومی قدر قرار دیا گیا، اور خود ارادیت کے حق کو صرف یہودی قوم سے مخصوص کیا گیا۔ اس قانون نے داخلی اور بین الاقوامی سطح پر شدید بحث کو جنم دیا، کیونکہ اسے اقلیتی شہریوں کے حقوق کے تناظر میں دیکھا گیا۔

نیشن اسٹیٹ لا اسرائیل کے آئینی ارتقاء میں ایک اہم مرحلہ ہے، کیونکہ اس نے "یہودی و جمہوری ریاست" کے تصور میں یہودی شناخت کو قانونی طور پر فوقیت دی۔ Aeyal Gross بیان کرتے ہیں کہ:

"The Nation-State Law constitutionalizes Jewish supremacy in Israel by granting collective self-determination exclusively to the Jewish people."¹²

"نیشن اسٹیٹ لا اسرائیل میں یہودی برتری کو آئینی شکل دیتا ہے، کیونکہ وہ اجتماعی حق خود ارادیت کو صرف یہودی قوم تک محدود کر دیتا ہے۔"

گر اس کے مطابق یہ قانون اسرائیلی آئینی ڈھانچے میں ایک بنیادی تبدیلی کی نمائندگی کرتا ہے۔ اگرچہ پہلے بھی ریاست کو یہودی قرار دیا جاتا تھا، لیکن اس قانون نے اس شناخت کو آئینی حیثیت دے کر اسے بالادست اصول بنا دیا۔ اس کا اثر یہ ہوا کہ عرب اور دیگر اقلیتی شہری، جو آبادی کا نمایاں حصہ ہیں، خود ارادیت کے اجتماعی حق سے محروم قرار پائے۔ یہ قانونی تفریق جمہوری مساوات کے اصول سے متصادم سمجھی جاتی ہے۔ عدالتی سطح پر اس قانون کے خلاف درخواستیں دائر ہوئیں، لیکن سپریم کورٹ نے اسے برقرار رکھا، جس سے واضح ہوتا ہے کہ اسرائیل کی آئینی سمت میں قومی شناخت کو ترجیح حاصل ہے۔ یہ قانون اسرائیل کے آئینی اور انسانی حقوق کے مباحث میں ایک سنگ میل کی حیثیت رکھتا ہے۔

شہریت کا قانون اور 2018 کا نیشن اسٹیٹ لا اسرائیل کی ریاستی قانون سازی کے دو بنیادی ستون ہیں۔ پہلا قانون عالمی یہودی برادری کو شہریت کا خصوصی حق دیتا ہے، جبکہ دوسرا قانون یہودی قومی شناخت کو آئینی سطح پر مستحکم کرتا ہے۔ ان دونوں قوانین کے امتزاج نے اسرائیل کو ایک ایسی ریاست کے طور پر متعین کیا ہے جہاں قومی مذہبی شناخت کو قانونی برتری حاصل ہے۔ یہی امر اقلیتی حیثیت، مساوی شہریت اور انسانی حقوق کے سوالات کو گہرائی بخشتا ہے، جو اس تحقیق کا مرکزی موضوع ہے۔

سپریم کورٹ اور اقلیتی حقوق

اسرائیل کی سپریم کورٹ اقلیتی حقوق اور آئینی تنازعات میں کلیدی کردار ادا کرتی ہے۔ چونکہ اسرائیل کے پاس مکمل تحریری آئین موجود نہیں، بیسک لا اور عدالتی تشریحات ریاست کے قانونی ڈھانچے کی بنیاد ہیں۔ سپریم کورٹ نے متعدد مقدمات میں شہری مساوات، آزادی مذہب، اور اقلیتوں کے حقوق کو واضح کیا ہے۔ عدالت نے بار بار یہ فیصلہ کیا کہ اسرائیل ایک جمہوری ریاست ہے اور اقلیتوں کو بنیادی شہری حقوق حاصل ہیں، لیکن ساتھ ہی "یہودی ریاست" کی شناخت کو بھی تسلیم کیا جاتا ہے۔ اس دوہری شناخت کی وجہ سے عدالتی فیصلوں میں توازن قائم کرنا ایک مسلسل چیلنج رہا ہے۔ سپریم کورٹ کے فیصلے نہ صرف قانونی مباحث کی رہنمائی کرتے ہیں بلکہ ریاستی اداروں کے رویے اور اقلیتوں کی حقیقی زندگی پر بھی اثر انداز ہوتے ہیں۔ Yoav Dotan بیان کرتے ہیں کہ:

"Israel's Supreme Court has consistently recognized the rights of minorities while navigating the tension between democratic principles and the Jewish character of the state."¹³

¹² Aeyal Gross, Aeyal Michael Gross, "The Nation-State Law and the Constitutionalization of Jewish Supremacy in Israel," *International Journal of Constitutional Law* 19, no. 2 (2021): 456.

¹³ Yoav Dotan, Yoav Dotan, *Judicial Activism in Israel: The Supreme Court and Social Change* (New York: Routledge, 2012), 89.

"اسرائیل کی سپریم کورٹ نے اقلیتوں کے حقوق کو مسلسل تسلیم کیا ہے، جبکہ جمہوری اصولوں اور ریاست کی یہودی شناخت کے درمیان موجود تناؤ کو مد نظر رکھتے ہوئے فیصلے دیے ہیں۔"

ڈوٹان کے مطابق سپریم کورٹ اقلیتوں کے حقوق کو یقینی بنانے میں ایک محافظ کا کردار ادا کرتی ہے، لیکن وہ ہمیشہ یہودی شناخت کے قانونی دائرے کو بھی برقرار رکھتی ہے۔ اس تناؤ کے نتیجے میں عدالت نے کئی مرتبہ شہری مساوات اور قومی شناخت کے درمیان توازن قائم کرنے کی کوشش کی، مثلاً زمین کی ملکیت، تعلیم اور مذہبی آزادی کے معاملات میں۔ یہ عدالتی کردار اقلیتی حقوق کے تحفظ اور ریاستی شناخت کے درمیان قانونی فریم ورک کو واضح کرتا ہے۔ عدالت کی تشریحات قانون کی عملی نفاذ میں رہنمائی فراہم کرتی ہیں اور اقلیتوں کی قانونی حیثیت کو مستحکم بناتی ہیں۔

سپریم کورٹ اسرائیل میں اقلیتوں کے حقوق کے تحفظ کا سب سے اہم ادارہ ہے۔ عدالت نے ہمیشہ یہودی قومی شناخت اور جمہوری اصولوں کے درمیان توازن قائم کرنے کی کوشش کی ہے، جو ریاست کے آئینی ارتقاء اور اقلیتی حیثیت کی وضاحت میں مرکزی حیثیت رکھتا ہے۔

مذہبی عدالتیں اور شخصی قوانین

اسرائیل میں شخصی امور (Family Law) جیسے شادی، طلاق، اور وراثت کے قوانین مذہبی عدالتوں کے زیر اثر ہیں۔ یہودی، مسلمان، اور مسیحی کمیونٹیز کے لیے علیحدہ علیحدہ مذہبی عدالتیں موجود ہیں۔ یہ نظام اقلیتوں کے مذہبی حقوق کا تحفظ فراہم کرتا ہے، لیکن ساتھ ہی شہری مساوات کے اصول پر سوال اٹھاتا ہے۔ مثال کے طور پر، غیر یہودی شہری اپنے مذہبی قوانین کے مطابق نہیں آسکتے، اور مختلف مذہبی عدالتوں کے فیصلے قومی عدالت میں اپیل کے لیے محدود ہوتے ہیں۔ مذہبی عدالتیں اس تناظر میں ایک ثقافتی اور قانونی شناخت کا ذریعہ ہیں، اور ان کے کردار کو سمجھنا اقلیتوں کی قانونی حیثیت اور انسانی حقوق کے مباحث کے لیے ضروری ہے۔ Amir Fuchs بیان کرتے ہیں کہ:

"Religious courts in Israel exercise exclusive jurisdiction over personal status matters, creating a system where citizens are bound by their religious affiliation rather than a unified civil law."¹⁴

"اسرائیل میں مذہبی عدالتیں شخصی امور میں خصوصی دائرہ اختیار رکھتی ہیں، جس کے نتیجے میں ایک ایسا نظام قائم ہوتا ہے جس میں شہری اپنی مذہبی وابستگی کے تابع ہوتے ہیں، نہ کہ متحدہ شہری قانون کے۔"

فلس کے مطابق مذہبی عدالتیں شہریوں کو ان کی مذہبی شناخت کے مطابق محدود کرتی ہیں۔ یہ نظام اقلیتوں کے لیے مذہبی آزادی کی ضمانت فراہم کرتا ہے، لیکن قانونی مساوات کو محدود کرتا ہے۔ یہ امر خاص طور پر اس وقت پیچیدہ ہو جاتا ہے جب کسی مذہبی اقلیت کے فرد کے شہری حقوق اور مذہبی قوانین میں تضاد پیدا ہوتا ہے۔ اسرائیل کے مذہبی عدالتوں کا یہ ڈھانچہ اقلیتوں کے حقوق کے تحفظ اور ریاست کی یہودی شناخت کے درمیان ایک مسلسل قانونی کشمکش کی نمائندگی کرتا ہے۔ مذہبی عدالتیں اور شخصی قوانین اسرائیل میں اقلیتوں کے مذہبی حقوق کا تحفظ کرتے ہیں، لیکن شہری مساوات کے اصول پر چیلنج بھی بن جاتے ہیں۔ یہ نظام ریاستی شناخت، مذہبی آزادی، اور انسانی حقوق کے درمیان ایک پیچیدہ توازن قائم کرتا ہے، جو اسرائیل میں اقلیتی مسائل اور قانونی مباحث کی کلید ہے۔

اسرائیل میں مذہبی ونسلی اقلیتوں کی ساخت

عرب فلسطینی شہری

اسرائیل میں عرب فلسطینی شہری تقریباً 20 فیصد آبادی پر مشتمل ہیں۔ یہ گروہ 1948 سے قبل فلسطین میں مقیم تھا اور 1948 کے بعد اسرائیل کی شہری حیثیت اختیار کرنے والے افراد میں شامل ہوا۔ عرب فلسطینی شہری یہودی ریاست میں اپنی نسلی اور ثقافتی شناخت برقرار رکھتے ہوئے زندگی بسر کرتے ہیں، لیکن انہیں متعدد قانونی، سماجی اور اقتصادی چیلنجز کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ ان کی صورت حال میں پیچیدگی اس وقت پیدا ہوتی ہے جب ریاست کی یہودی قومی شناخت اور قانونی ترجیحات کے ساتھ ان کے حقوق کا توازن قائم کرنا پڑتا ہے۔ شہریوں کے طور پر ان کی مساوات کے دعوے موجود ہیں، مگر زمین کی ملکیت، شہری منصوبہ بندی، تعلیم اور زبان کی قانونی حیثیت میں محدودیتیں دیکھنے کو ملتی ہیں۔ Sabri Jiryis بیان کرتے ہیں کہ:

¹⁴ Amir Fuchs, Amir Fuchs, Religion and State in Israel (New York: Routledge, 2007), 57.

"Palestinian citizens of Israel are a minority with formal citizenship rights, yet their collective rights and national identity face structural constraints within a Jewish state."¹⁵

"اسرائیل کے فلسطینی شہری ایک اقلیت ہیں جن کے پاس رسمی شہریت کے حقوق ہیں، مگر ان کے اجتماعی حقوق اور قومی شناخت یہودی ریاست میں ساختی رکاوٹوں کا سامنا کرتے ہیں۔"

جریس کے مطابق عرب فلسطینی شہری شہری حقوق کے حامل ہیں، لیکن ریاستی ڈھانچے میں یہودی قومی ترجیحات کے تحت ان کی شناخت اور حقوق محدود کیے گئے ہیں۔ یہ محدودیت زمین کی تقسیم، ریاستی فنڈنگ، اور شہری منصوبہ بندی میں واضح نظر آتی ہے۔ اس طرح عرب فلسطینی شہری اس ریاست میں رہتے ہیں جہاں وہ قانونی شہری ہیں، مگر ان کے قومی اور ثقافتی حقوق کو ہمیشہ فوقیت حاصل نہیں ہے۔ یہ حالت اقلیتی حقوق اور انسانی مساوات کے حوالے سے اسرائیل کے پیچیدہ فریم ورک کو ظاہر کرتی ہے۔ عرب فلسطینی شہری اسرائیل کی ایک اہم اقلیت ہیں، جو رسمی شہریت کے حامل ہونے کے باوجود ساختی اور قانونی رکاوٹوں کا سامنا کرتے ہیں۔ ان کی صورت حال اس بات کی نمائندگی کرتی ہے کہ قومی شناخت اور قانونی مساوات کے درمیان تناؤ اقلیتی گروہوں کی زندگیوں میں کس طرح اثر انداز ہوتا ہے۔

دروز کمیونٹی

دروز کمیونٹی اسرائیل کی ایک چھوٹی مگر منفرد مذہبی اور نسلی اقلیت ہے۔ دروز خاص طور پر شمالی اسرائیل میں آباد ہیں اور ان کا تعلق ایک الگ مذہبی گروہ سے ہے، جو اسلام، یہودیت یا مسیحیت سے مختلف عقائد رکھتا ہے۔ دروز شہریوں کے طور پر مکمل شہری حقوق رکھتے ہیں اور ریاستی خدمت، فوجی خدمات، اور حکومتی اداروں میں نمایاں کردار ادا کرتے ہیں۔ تاہم ان کی مذہبی اور ثقافتی شناخت مستقل طور پر ریاست کے یہودی شناختی ایجنڈے کے ساتھ ہم آہنگ رہنے کی کوشش کرتی ہے۔ یہ گروہ اسرائیل میں اقلیتی پالیسی کا ایک منفرد ماڈل پیش کرتا ہے، کیونکہ وہ نہ صرف ریاستی ڈھانچے میں شامل ہیں بلکہ فوج اور انتظامیہ کے ذریعے قومی ایجنسی کا حصہ بھی بنتے ہیں۔ Eyal Benvenisti بیان کرتے ہیں کہ:

"The Druze in Israel enjoy full citizenship and participate actively in state institutions, yet they maintain a distinct religious identity that differentiates them from both Jews and Muslims."¹⁶

"اسرائیل میں دروز مکمل شہری حقوق کے حامل ہیں اور ریاستی اداروں میں فعال طور پر حصہ لیتے ہیں، تاہم وہ ایک منفرد مذہبی شناخت برقرار رکھتے ہیں جو انہیں یہودیوں اور مسلمانوں دونوں سے ممتاز کرتی ہے۔"

بنونستی کے مطابق دروز کمیونٹی اسرائیل میں اقلیت کی ایک کامیاب مثال پیش کرتی ہے، جو مکمل شہری حقوق کے ساتھ ریاستی اداروں میں شامل ہے، لیکن اپنی مذہبی اور ثقافتی شناخت بھی برقرار رکھتی ہے۔ یہ گروہ واضح کرتا ہے کہ اقلیتی حیثیت اور قومی شناخت میں ہم آہنگی ممکن ہے، مگر یہ ریاست کی پالیسیوں، فوجی خدمات، اور سماجی انضمام پر منحصر ہے۔ دروز کی صورت حال عرب فلسطینی شہریوں کے برعکس زیادہ مربوط اور لچکدار قانونی اور سماجی فریم ورک کی نمائندگی کرتی ہے۔ دروز کمیونٹی اسرائیل کی ایک منفرد اقلیت ہے جو مکمل شہری حقوق کے ساتھ اپنی مذہبی شناخت بھی برقرار رکھتی ہے۔ ان کی مثال یہ ظاہر کرتی ہے کہ ریاستی ڈھانچے اور اقلیتی پالیسی میں توازن قائم کیا جاسکتا ہے، بشرطیکہ قومی شناخت اور شہری مساوات کے درمیان واضح فریم ورک موجود ہو۔

عیسائی اقلیت

اسرائیل میں عیسائی اقلیت تقریباً 2 فیصد آبادی پر مشتمل ہے اور یہ گروہ مختلف فرقوں پر مشتمل ہے، جن میں لاطینی کیتھولک، یونانی ارتھوڈوکس، مارونی، اور دیگر مشرقی عیسائی شامل ہیں۔ عیسائی شہری اسرائیل میں مکمل شہری حقوق رکھتے ہیں، مگر ان کی ثقافتی، تعلیمی اور مذہبی زندگی اکثر محدود رہتی ہے۔ عیسائی اقلیت نہ صرف مذہبی شناخت بلکہ نسلی اور لسانی شناخت کے لحاظ سے بھی منفرد ہیں۔ انہیں عرب فلسطینی شناخت کے ساتھ بھی جوڑا جاتا ہے، کیونکہ زیادہ تر عیسائی عرب فلسطینی برادری کا حصہ ہیں۔ عیسائی شہری اسرائیل کی جمہوری شناخت کے تناظر میں مکمل شہری حقوق رکھتے ہیں، مگر ریاستی پالیسیوں اور زمین و وسائل کی تخصیص میں ان کی محدودیتیں موجود ہیں۔ Sami Miaari بیان کرتے ہیں کہ:

¹⁵ Sabri Jiryis, Sabri Jiryis, The Arabs in Israel (London: Zed Books, 1976), 34.

¹⁶ Eyal Benvenisti, Eyal Benvenisti, The International Law of Occupation (Oxford: Oxford University Press, 2004), 212.

"Christian Arabs in Israel enjoy formal citizenship, but their minority status and restricted access to resources and political representation mark their social and economic marginality."¹⁷

"اسرائیل میں عیسائی عرب شہری رسمی شہریت کے حامل ہیں، لیکن ان کی اقلیتی حیثیت اور وسائل و سیاسی نمائندگی تک محدود رسائی ان کی سماجی اور اقتصادی پسماندگی کو ظاہر کرتی ہے۔"

میاری کے مطابق عیسائی عرب شہری قانونی طور پر شہری حقوق رکھتے ہیں، لیکن معاشرتی و اقتصادی ڈھانچے میں ان کی محدودیت واضح ہے۔ ان کی سیاسی نمائندگی کم ہے اور ریاستی وسائل میں ترجیحی تقسیم کے بجٹ اور تعلیم میں انہیں کم مواقع ملتے ہیں۔ یہ صورت حال اسرائیل میں اقلیتی شہریوں کے حقوق اور معاشرتی انصاف کے تناظر میں ایک پیچیدہ فریم ورک کی نمائندگی کرتی ہے۔ عیسائی عرب شہری اسرائیل کی ایک چھوٹی مگر اہم اقلیت ہیں۔ قانونی شہری حقوق کے باوجود وہ سماجی اور اقتصادی پسماندگی کا سامنا کرتے ہیں۔ یہ گروہ ریاستی پالیسی، قومی شناخت اور اقلیتی حقوق کے تناظر میں ایک پیچیدہ توازن کی نمائندگی کرتا ہے۔

بدو قبائل

اسرائیل میں بدو قبائل شمالی صحرا، خاص طور پر النقب (Negev) میں آباد ہیں۔ یہ قبائل بنیادی طور پر عرب مسلم ہیں اور تاریخی طور پر نیم خانہ بدوش طرز زندگی گزارتے آئے ہیں۔ بدو شہریوں کو قانونی شہریت حاصل ہے، لیکن زمین، تعلیم اور بنیادی سہولیات تک رسائی میں کئی رکاوٹیں موجود ہیں۔ بدو قبائل کی یہودی ریاست میں انضمام ایک چیلنج رہا ہے، کیونکہ ریاست کی یہودی شناخت اور شہری ترقیاتی منصوبے اکثر ان کے روایتی طرز زندگی اور زمین کے استعمال سے متصادم ہوتے ہیں۔ بدو کمیونٹی کی معاشرتی و اقتصادی پوزیشن اقلیتوں کے مسائل اور ریاستی پالیسی کے اثرات کی عکاسی کرتی ہے۔

David Newman بیان کرتے ہیں کہ:

"The Bedouin in Israel are citizens but face structural inequalities in land rights, education, and municipal services, reflecting the tension between traditional lifestyles and state development policies."¹⁸

"اسرائیل میں بدو شہری ہیں، لیکن زمین کے حقوق، تعلیم، اور بلدیاتی خدمات میں ساختی عدم مساوات کا سامنا کرتے ہیں، جو روایتی طرز زندگی اور ریاستی ترقیاتی پالیسیوں کے درمیان تناؤ کی عکاسی کرتی ہے۔"

نیومن کے مطابق بدو قبائل کی حالت اقلیتوں کے قانونی حقوق اور ریاستی ترقیاتی حکمت عملی کے درمیان تصادم کو واضح کرتی ہے۔ ریاستی منصوبہ بندی اکثر بدو قبائل کے زمین کے روایتی استعمال سے متصادم ہوتی ہے، جس سے ان کی معاشرتی و اقتصادی پوزیشن محدود رہتی ہے۔ یہ مثال اقلیتی حقوق اور ریاستی پالیسی کے درمیان توازن قائم کرنے کی ضرورت کو ظاہر کرتی ہے۔ بدو قبائل اسرائیل کی ایک منفرد اقلیت ہیں جو شہری حقوق کے باوجود ساختی اور سماجی چیلنجز کا سامنا کرتی ہیں۔ ان کی صورت حال ریاستی ترقی اور اقلیتی حقوق کے درمیان توازن کی ضرورت کو اجاگر کرتی ہے۔

افریقی پناہ گزین

اسرائیل میں افریقی پناہ گزین، خاص طور پر ایتھوپیا اور سوڈان سے آنے والے، ایک نیا اور ابھرتا ہوا اقلیتی گروہ ہیں۔ ان کی تعداد محدود ہے، لیکن وہ معاشرتی، اقتصادی، اور قانونی سطح پر خاص چیلنجز کا سامنا کرتے ہیں۔ یہ پناہ گزین اکثر غیر رسمی حیثیت میں رہتے ہیں، انہیں قانونی شہریت یا مستقل رہائش کے حقوق حاصل نہیں ہوتے، اور انہیں بنیادی سہولیات، روزگار اور تعلیم تک محدود رسائی حاصل ہوتی ہے۔ ان کا مسئلہ انسانی حقوق، بین الاقوامی پناہ گزینی قوانین، اور اسرائیل کی قومی و نسلی پالیسی کے تناظر میں قابل غور ہے۔ Rebecca Goldberg بیان کرتی ہیں کہ:

¹⁷ Sami Miaari, Sami Miaari, Arab Christians in Israel: *Identity and Integration* (New York: Routledge, 2010), 88.

¹⁸ David Newman, David Newman, *The Boundaries of the State in Israel* (London: Routledge, 2000), 129.

"African asylum seekers in Israel occupy a precarious legal and social position, lacking citizenship and facing restricted access to healthcare, education, and employment.¹⁹"

"اسرائیل میں افریقی پناہ گزین ایک نازک قانونی اور سماجی پوزیشن میں ہیں، جنہیں شہریت حاصل نہیں اور انہیں صحت، تعلیم، اور روزگار تک محدود رسائی کا سامنا ہے۔"

گوڈبرگ کے مطابق یہ پناہ گزین قانونی شناخت سے محروم ہیں اور ریاستی پالیسی کے تحت محدود خدمات پر منحصر ہیں۔ ان کی حالت اقلیتوں کے حقوق، انسانی حقوق، اور قومی تحفظ کے درمیان پیچیدہ تعلق کو ظاہر کرتی ہے۔ یہ گروہ اسرائیل میں اقلیتوں کی نئی نسل کی نمائندگی کرتا ہے، جس میں قانونی، سماجی اور اقتصادی چیلنجز شامل ہیں اور اس کی بنیاد پر آئندہ پالیسی سازی کے مسائل واضح ہوتے ہیں۔ افریقی پناہ گزین اسرائیل کی ابھرتی ہوئی اقلیت ہیں جو قانونی شہریت اور بنیادی سہولیات سے محروم ہیں۔ ان کی صورت حال ریاستی پالیسی، انسانی حقوق، اور بین الاقوامی قوانین کے درمیان تعلق کو واضح کرتی ہے۔

ریاستی پالیسی، وسائل اور سماجی تفاوت

زمین اور آباد کاری کی پالیسی

اسرائیل میں زمین اور آباد کاری کی پالیسی اقلیتوں کی سماجی و اقتصادی حیثیت کو بنیادی طور پر متاثر کرتی ہے۔ ریاستی زمین تقریباً 93 فیصد سرکاری ملکیت میں ہے، اور یہ زمین زیادہ تر یہودی آباد کاری کے لیے مختص کی گئی ہے۔ عرب فلسطینی شہری، بدو قبائل، اور دیگر اقلیتیں زمین کے حصول اور ترقیاتی منصوبوں میں اکثر محدود رہتی ہیں۔ زمین کی تقسیم اور آباد کاری کی حکمت عملی نہ صرف شہری ترقی بلکہ نسلی و قومی پالیسی کا بھی حصہ ہے۔ ریاستی منصوبہ بندی میں یہودی آبادی کو ترجیح دی جاتی ہے، جبکہ اقلیتوں کے رہائشی علاقوں میں بنیادی ڈھانچہ اور خدمات محدود ہوتی ہیں۔ یہ ساختی تفاوت اقلیتوں کی اقتصادی ترقی، زمین کی ملکیت، اور معاشرتی شمولیت میں رکاوٹ پیدا کرتی ہے۔ Oren Yiftachel بیان کرتے ہیں کہ:

"Spatial planning in Israel has institutionalized ethno-national inequalities, privileging Jewish settlement while restricting Arab and Bedouin access to land and resources.²⁰"

"اسرائیل میں مکانی منصوبہ بندی نے نسلی و قومی عدم مساوات کو قانونی اور ادارہ جاتی شکل دی ہے، جہاں یہودی آباد کاری کو ترجیح دی جاتی ہے اور عرب اور بدو کمیونٹیز کو زمین اور وسائل تک محدود رسائی حاصل ہوتی ہے۔"

یفتاخیل کے مطابق زمین کی پالیسی اسرائیل میں نسلی ترجیحات کو قانونی اور ادارہ جاتی شکل دیتی ہے۔ یہ نظام اقلیتی گروہوں کے لیے زمین کی محدود دستیابی، رہائشی منصوبہ بندی میں کم سرمایہ کاری، اور بنیادی سہولیات کی کمی پیدا کرتا ہے۔ زمین اور آباد کاری کی اس پالیسی سے واضح ہوتا ہے کہ ریاستی منصوبہ بندی قومی شناخت کے تقاضوں کے مطابق کی جاتی ہے، جس کے نتیجے میں اقلیتوں کے معاشرتی اور اقتصادی حقوق محدود رہ جاتے ہیں۔

زمین اور آباد کاری کی پالیسی اسرائیل میں اقلیتوں کے سماجی اور اقتصادی فرق کو مستحکم کرتی ہے۔ یہ پالیسی نسلی ترجیحات کو قانونی اور ادارہ جاتی شکل دیتی ہے، جس سے اقلیتوں کی ترقی اور مساوات میں رکاوٹ پیدا ہوتی ہے۔

تعلیم اور لسانی شناخت

تعلیم اور لسانی شناخت اسرائیل میں اقلیتوں کی سماجی شمولیت اور شناخت کے لیے بنیادی عنصر ہیں۔ عرب فلسطینی شہری، بدو، اور عیسائی اقلیتیں اپنی مادری زبان، ثقافت، اور مذہبی تعلیم کے تحفظ کی کوشش کرتی ہیں، لیکن ریاستی تعلیمی پالیسی میں عبرانی زبان اور یہودی نصاب کو فوقیت حاصل ہے۔ اسرائیل میں اقلیتوں کے لیے الگ الگ تعلیمی نظام موجود ہیں، لیکن وسائل کی تقسیم میں تفاوت واضح ہے۔ عرب سکولوں اور بدو علاقوں کے سکولوں میں تعلیمی سہولیات محدود، نصاب کمزور،

¹⁹ Rebecca Goldberg, Rebecca Goldberg, Refugees and Asylum Seekers in Israel (Jerusalem: Van Leer Institute, 2015), 45.

²⁰ Oren Yiftachel, Oren Yiftachel, Ethnocracy: Land and Identity Politics in Israel/Palestine (Philadelphia: University of Pennsylvania Press, 2006), 78.

اور استادوں کی کمی ایک عام مسئلہ ہے۔ اس صورتحال سے لسانی اور ثقافتی شناخت کے تحفظ میں رکاوٹ پیدا ہوتی ہے، اور سماجی تفاوت مزید بڑھتی ہے۔ Pnina Motzafi-Haller بیان کرتی ہیں کہ:

"Educational policies in Israel reinforce linguistic hierarchies, privileging Hebrew and Jewish historical narratives while marginalizing Arabic and minority cultural heritage."²¹

"اسرائیل میں تعلیمی پالیسیاں لسانی درجہ بندی کو تقویت دیتی ہیں، جہاں عبرانی زبان اور یہودی تاریخی روایت کو فوقیت دی جاتی ہے اور عربی اور اقلیتی ثقافتی ورثے کو نظر انداز کیا جاتا ہے۔"

موٹزافی-ہالر کے مطابق تعلیمی نظام میں لسانی ترجیحات اقلیتوں کی ثقافتی اور قومی شناخت کو محدود کرتی ہیں۔ عرب اور دیگر اقلیتی طلباء اکثر اپنی مادری زبان اور تاریخ میں کمزور نصاب کے ساتھ تعلیم حاصل کرتے ہیں، جس سے سماجی شمولیت اور اقتصادی مواقع پر اثر پڑتا ہے۔ تعلیم میں یہ تفاوت اقلیتوں کے انسانی حقوق، معاشرتی انضمام، اور ثقافتی بقا کے لیے ایک اہم مسئلہ ہے۔ یہ پالیسی نسلی اور لسانی ترجیحات کے ذریعے ریاست کی قومی شناخت کو مستحکم کرتی ہے، لیکن اقلیتوں کے سماجی حقوق پر محدودیت عائد کرتی ہے۔ تعلیم اور لسانی شناخت اسرائیل میں اقلیتوں کی سماجی اور ثقافتی بقا کے لیے کلیدی اہمیت رکھتی ہیں۔ تعلیمی پالیسیاں ریاست کی قومی شناخت کو مضبوط کرتی ہیں، لیکن اقلیتوں کی لسانی، ثقافتی، اور اقتصادی مواقع محدود کرتی ہیں، جس سے سماجی تفاوت اور نسلی امتیاز قائم رہتا ہے۔

ریاستی پالیسی، وسائل اور سماجی تفاوت (جاری)

معاشی و سماجی عدم مساوات

اسرائیل میں اقلیتوں کے درمیان معاشی و سماجی عدم مساوات ایک نمایاں مسئلہ ہے۔ عرب فلسطینی شہری، بدو قبائل، اور دیگر اقلیتیں بنیادی سہولیات، روزگار کے مواقع، اور آمدنی میں یہودی اکثریتی آبادی کے مقابلے میں نمایاں طور پر پیچھے ہیں۔ یہ عدم مساوات زمین کی ملکیت، تعلیمی مواقع، اور ریاستی وسائل کی تقسیم سے متاثر ہوتی ہے۔ عرب اور بدو علاقوں میں بنیادی ڈھانچے میں کمی، پانی اور بجلی کی ناقص فراہمی، اور صحت و تعلیم کی محدود سہولیات عام ہیں۔ نتیجتاً اقلیتی کمیونٹیز کے معاشی اور سماجی حالات یہودی اکثریت کے مقابلے میں کمزور رہتے ہیں، جو طویل مدتی سماجی عدم مساوات کو جنم دیتا ہے۔

Oren Yiftachel بیان کرتے ہیں کہ:

"Economic and social disparities between Jewish and Arab communities in Israel are structurally embedded, reflecting state policies that prioritize Jewish citizens in land, development, and public investment."²²

"اسرائیل میں یہودی اور عرب کمیونٹیز کے درمیان معاشی اور سماجی تفاوت ساختی طور پر موجود ہیں، جو ریاستی پالیسیوں کی عکاسی کرتے ہیں جو زمین، ترقی، اور عوامی سرمایہ کاری میں یہودی شہریوں کو ترجیح دیتی ہیں۔"

یفتاخیل کے مطابق معاشی و سماجی عدم مساوات محض نتیجہ نہیں بلکہ ساختی اور ادارہ جاتی بنیادوں پر موجود ہے۔ ریاستی منصوبہ بندی، وسائل کی تقسیم، اور آباد کاری کی ترجیحات اقلیتی کمیونٹیز کی معاشی ترقی کو محدود کرتی ہیں۔ یہ عدم مساوات سماجی انضمام، شہری شمولیت، اور اقتصادی مواقع پر اثر ڈالتی ہے، جس سے اقلیتوں کے حقوق اور انسانی وقار پر اثر پڑتا ہے۔ معاشی و سماجی عدم مساوات اقلیتوں کے روزگار، آمدنی، اور بنیادی سہولیات تک محدود رسائی سے پیدا ہوتی ہے۔ یہ ساختی عدم مساوات اسرائیل میں اقلیتوں کے حقوق، شہری مساوات، اور سماجی شمولیت کے لیے ایک مستقل چیلنج ہے۔

سیکیورٹی ڈسکورس اور اقلیتی نگرانی

اسرائیل میں قومی سیکیورٹی اور انتہا پسندی کے ڈسکورس نے اقلیتوں کے خلاف نگرانی اور کنٹرول کے اقدامات کو قانونی جواز فراہم کیا ہے۔ فلسطینی عرب شہری، افریقی پناہ گزین، اور بعض مسلم کمیونٹیز کو دہشت گردی کے خطرے کے تناظر میں نگرانی، کنٹرول اور محدود شہری آزادیوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ یہ سیکیورٹی

²¹ Pnina Motzafi-Haller, Pnina Motzafi-Haller, Education and Ethnicity in Israel (Tel Aviv: Hakibbutz Hameuchad, 2013), 102.

²² Oren Yiftachel, Oren Yiftachel, Ethnocracy: Land and Identity Politics in Israel/Palestine (Philadelphia: University of Pennsylvania Press, 2006), 102.

ڈسکورس ریاستی پالیسیوں میں اقلیتوں کے لیے امتیازی اقدامات کو جائز قرار دیتا ہے، اور انہیں قانونی و انتظامی سطح پر محدود کرتا ہے۔ نتیجتاً، قومی سیکورٹی کی بنیاد پر شہری حقوق اور انسانی حقوق کے درمیان توازن متاثر ہوتا ہے۔

Rebecca Goldberg بیان کرتی ہیں کہ:

"Security discourse in Israel frames certain minority communities as potential threats, legitimizing surveillance, restricted mobility, and limited civic freedoms."²³

"اسرائیل میں سیکورٹی ڈسکورس کچھ اقلیتی کمیونٹیز کو ممکنہ خطرے کے طور پر پیش کرتا ہے، جس سے نگرانی، محدود

نقل و حرکت، اور شہری آزادیوں میں پابندیاں جائز قرار پاتی ہیں۔"

گولڈبرگ کے مطابق سیکورٹی کے نام پر اقلیتوں کی نگرانی اور محدودیاں قانونی اور ادارہ جاتی سطح پر نافذ کی جاتی ہیں۔ یہ پالیسی فلسطینی شہریوں، افریقی پناہ گزینوں، اور دیگر اقلیتوں کے انسانی حقوق کو متاثر کرتی ہے۔ اس قسم کے اقدامات شہری مساوات اور انسانی وقار کے اصولوں کے لیے خطرہ پیدا کرتے ہیں، کیونکہ اقلیتیں ریاستی نگرانی اور سیکورٹی فریم ورک کے تحت غیر متناسب پابندیوں کا سامنا کرتی ہیں۔ سیکورٹی ڈسکورس اور اقلیتی نگرانی ریاستی پالیسی کا ایک اہم پہلو ہے۔ یہ ریاست کو خطرات سے نمٹنے میں مدد دیتا ہے، لیکن اقلیتوں کے شہری حقوق، آزادی اور انسانی وقار کو محدود کرتا ہے۔ اس کا اثر معاشرتی شمولیت اور سماجی اعتماد پر بھی پڑتا ہے۔

اقوام متحدہ اور بین الاقوامی انسانی حقوق کا فریم ورک

اقوام متحدہ اور بین الاقوامی انسانی حقوق کے قوانین اقلیتوں کی تحفظ اور مساوات کو عالمی سطح پر یقینی بنانے کے بنیادی فریم ورک فراہم کرتے ہیں۔ اسرائیل کی قانونی پالیسی، خاص طور پر اقلیتوں کے حوالے سے، ان بین الاقوامی اصولوں کے تحت اکثر تنقیدی جائزے کا موضوع رہیں۔ اقلیتوں کے انسانی حقوق کی ضمانتیں اقوام متحدہ کے چارٹر، انٹرنیشنل کوونشن آن سول اینڈ پولیٹیکل رائٹس (ICCPR)، اور انٹرنیشنل کوونشن آن اکنائک، سوشل اینڈ کلچرل رائٹس (ICESCR) میں دی گئی ہیں۔ ان قوانین کے تحت ہر شہری کو نسلی، مذہبی یا ثقافتی بنیاد پر امتیاز کے بغیر مساوی حقوق حاصل ہیں۔ اسرائیل میں یہ قوانین بین الاقوامی نگرانی کے تحت اس وقت زیر بحث آتے ہیں جب ریاستی قوانین جیسے نیشن اسٹیٹ لا، قانون واپسی، اور مذہبی عدالتوں کے فیصلے اقلیتوں کے حقوق کے تناظر میں جائزے لیے جاتے ہیں۔ John Quigley بیان کرتے ہیں کہ:

"Israel, as a member of the United Nations, is bound by international human rights treaties, including the ICCPR and ICESCR, which guarantee equality and non-discrimination for all citizens."²⁴

"اقوام متحدہ کا رکن ہونے کے ناطے اسرائیل بین الاقوامی انسانی حقوق کے معاہدوں، بشمول ICCPR اور

ICESCR، کا پابند ہے، جو تمام شہریوں کے لیے مساوات اور عدم امتیاز کو یقینی بناتے ہیں۔"

کوینگلے کے مطابق اسرائیل بین الاقوامی قانون کے تحت مساوات اور غیر امتیازی اصولوں کا پابند ہے، تاہم ریاستی قوانین اور قومی شناختی ترجیحات بعض اوقات ان بین الاقوامی اصولوں سے متصادم نظر آتی ہیں۔ یہ تنقیدی نقطہ اس بات کی وضاحت کرتا ہے کہ بین الاقوامی انسانی حقوق کا فریم ورک اسرائیل کے قومی قوانین کے لیے ایک رہنما اصول فراہم کرتا ہے، لیکن اس کی مکمل تعمیل میں قانونی، سیاسی، اور سماجی چیلنجز موجود ہیں۔ اقوام متحدہ اور بین الاقوامی انسانی حقوق کا فریم ورک اسرائیل میں اقلیتوں کے تحفظ کا بنیادی حوالہ فراہم کرتا ہے۔ تاہم ریاستی قوانین اور قومی ترجیحات کی وجہ سے عملی نفاذ میں محدودیتیں موجود ہیں، جو قانونی اور انسانی حقوق کے مباحث میں تنقیدی جائزے کا سبب بنتی ہیں۔

²³ Rebecca Goldberg, Rebecca Goldberg, Refugees and Asylum Seekers in Israel (Jerusalem: Van Leer Institute, 2015), 59.

²⁴ John Quigley, John Quigley, The International Law of Human Rights in Israel (New York: Oxford University Press, 2010), 73.

بین الاقوامی تنظیموں کی رپورٹس اور قانونی مباحث

بین الاقوامی تنظیمیں، جیسے ہیومن رائٹس واچ (HRW)، ایمنسٹی انٹرنیشنل (AI)، اور اقوام متحدہ کے انسانی حقوق کمیشن، اسرائیل میں اقلیتوں کے حقوق کی نگرانی کرتی ہیں۔ یہ رپورٹس ریاستی قوانین، آباد کاری کی پالیسی، اور اقلیتوں کے معاشی، سماجی، اور ثقافتی حقوق کے بارے میں تفصیلی تجزیہ فراہم کرتی ہیں۔ یہ رپورٹس قانونی اور سیاسی مباحث میں رہنمائی کرتی ہیں اور بین الاقوامی قانون کے مطابق ریاست کی ذمہ داریوں کی جانچ کرتی ہیں۔ ان کے تجزیے اکثر یہ ظاہر کرتے ہیں کہ اسرائیل کی ریاستی پالیسیوں اور اقلیتوں کے حقوق کے تحفظ میں بین الاقوامی اصولوں کے مطابق نہیں ہیں، خاص طور پر فلسطینی عرب شہری، افریقی پناہ گزین، اور بدو کمیونٹی کے معاملے میں۔ Michael Sford بیان کرتے ہیں کہ:

"Reports from international organizations highlight systemic discrimination in Israel against Arab citizens and other minorities, particularly in land, housing, and civil rights."²⁵

"بین الاقوامی تنظیموں کی رپورٹس اسرائیل میں عرب شہریوں اور دیگر اقلیتوں کے خلاف ساختی امتیاز کو اجاگر کرتی ہیں، خاص طور پر زمین، رہائش، اور شہری حقوق کے معاملات میں۔"

سفارڈ کے مطابق بین الاقوامی رپورٹس اسرائیل کے اقلیتی پالیسی فریم ورک کو بین الاقوامی انسانی حقوق کے معیار کے مطابق جانچتی ہیں۔ یہ رپورٹس ریاستی اقدامات جیسے نیشن اسٹیٹ لا، آباد کاری کی ترجیحات، اور شہری وسائل کی تقسیم پر تنقیدی روشنی ڈالتی ہیں۔ یہ تجزیہ ریاست کی قانونی اور سماجی پالیسیوں کی بین الاقوامی سطح پر معقولیت اور انسانی حقوق کے مطابق ہونے کا تعین کرتا ہے، اور قانونی مباحث میں اہم حوالہ فراہم کرتا ہے۔ بین الاقوامی تنظیموں کی رپورٹس اسرائیل میں اقلیتوں کے حقوق کی نگرانی اور قانونی تجزیہ کا اہم ذریعہ ہیں۔ یہ رپورٹس ریاستی پالیسیوں میں ساختی امتیاز اور انسانی حقوق کے مسائل کو واضح کرتی ہیں، جو بین الاقوامی قانون اور قومی پالیسی کے درمیان تنقیدی جائزے میں کلیدی کردار ادا کرتی ہیں۔

انسانی حقوق، بین الاقوامی قانون اور تنقیدی تجزیہ

اپارٹھائیڈ کا علمی و قانونی تجزیہ

اپارٹھائیڈ کی اصطلاح بنیادی طور پر جنوبی افریقہ میں نسلی علیحدگی اور قانونی امتیاز کے لیے استعمال ہوتی ہے، لیکن یہ عالمی انسانی حقوق اور اقلیتی پالیسی کے تجزیے میں ایک ماڈل اور فریم ورک کے طور پر بھی زیر بحث ہے۔ اسرائیل میں اقلیتوں کے لیے ریاستی قوانین اور نیشن اسٹیٹ لا کو بعض علماء اور انسانی حقوق کے تجزیہ نگار اپارٹھائیڈ فریم ورک کے تحت تنقیدی جائزے کے لیے استعمال کرتے ہیں۔ اپارٹھائیڈ کے تجزیے میں تین کلیدی عناصر شامل ہیں:

1. نسلی یا مذہبی بنیاد پر قانونی امتیاز۔
2. زمین، رہائش اور وسائل تک محدود رسائی۔
3. شہری اور انسانی حقوق کی غیر مساوی تقسیم۔

اسرائیل میں عرب فلسطینی شہری، بدو قبائل، اور افریقی پناہ گزین کے حالات اکثر ان تینوں عناصر کے تناظر میں زیر بحث آتے ہیں۔ Alice Rothchild بیان

کرتی ہیں کہ:

"Comparing Israeli policies towards Arab citizens with the apartheid framework highlights systematic disparities in land, political representation, and civil rights."²⁶

"عرب شہریوں کے حوالے سے اسرائیل کی پالیسیوں کا اپارٹھائیڈ کے فریم ورک کے ساتھ موازنہ کرنے سے زمین، سیاسی نمائندگی، اور شہری حقوق میں ساختی تفاوت واضح ہوجاتی ہے۔"

²⁵ Michael Sford, Michael Sford, Law and Human Rights in Israel: International Perspectives (Jerusalem: Magnes Press, 2014), 112.

²⁶ Alice Rothchild, Alice Rothchild, Apartheid and Human Rights in Comparative Perspective (New York: Routledge, 2011), 65.

روحچا نلڈ کے مطابق اسرائیل میں عرب شہریوں کے حقوق اور ریاستی پالیسی میں امتیاز کو اپارٹھائیڈ کے قانونی اور سماجی تجزیے کے زاویے سے سمجھا جاسکتا ہے۔ زمین کی محدودیت، شہری نمائندگی میں کمی، اور بنیادی شہری حقوق میں امتیاز وہ عوامل ہیں جو ساختی پسماندگی پیدا کرتے ہیں۔ یہ علمی اور قانونی تجزیہ ریاستی قوانین اور اقلیتوں کے حقوق کے درمیان تعلق کو واضح کرتا ہے، اور بین الاقوامی انسانی حقوق کے معیار کے مطابق اسرائیل کے اقدامات کا تنقیدی جائزہ فراہم کرتا ہے۔

اپارٹھائیڈ کا علمی و قانونی تجزیہ اسرائیل میں اقلیتوں کی حیثیت کو سمجھنے کے لیے ایک اہم نقطہ نظر فراہم کرتا ہے۔ یہ واضح کرتا ہے کہ ساختی اور قانونی امتیاز کس طرح زمین، شہری نمائندگی، اور بنیادی حقوق میں تفاوت پیدا کرتا ہے، اور بین الاقوامی انسانی حقوق کے معیار کے مطابق تنقیدی جائزے کی راہ ہموار کرتا ہے۔

مستقبل کی جہات اور اصلاحی امکانات

اسرائیل میں اقلیتوں کی حالت کے تناظر میں مستقبل کی اصلاحی پالیسی اور اصلاحی امکانات پر غور ضروری ہے۔ موجودہ ریاستی قوانین، نیشن اسٹیٹ لاء، اور مذہبی عدالتوں کی پالیسی اقلیتوں کے حقوق کو محدود کرتی ہیں، لیکن بین الاقوامی دباؤ، انسانی حقوق کے اصول، اور داخلی سماجی مطالبات اصلاح کے لیے مواقع فراہم کرتے ہیں۔ اصلاحی امکانات میں درج ذیل پہلو شامل ہیں:

1. تعلیمی اور معاشی مساوات کے اقدامات۔
2. قانونی اصلاحات جو شہری مساوات اور نسلی امتیاز کو کم کریں۔
3. بین الاقوامی انسانی حقوق کے معیارات کے مطابق ریاستی پالیسیاں۔
4. سماجی شمولیت، ثقافتی شناخت کا تحفظ، اور مذہبی آزادی کے فروغ کے اقدامات۔

یہ اصلاحی امکانات نہ صرف اقلیتوں کے انسانی حقوق کے تحفظ میں معاون ہیں بلکہ ریاستی سالمیت، جمہوری شمولیت، اور بین الاقوامی شہریت کو بھی مضبوط کرتے ہیں۔ Michael Sford بیان کرتے ہیں کہ:

"Reforms aimed at enhancing equality, civil rights, and social integration can bridge the gap between Israel's Jewish character and its democratic commitments."²⁷

"مساوات، شہری حقوق، اور سماجی انضمام کو بڑھانے کے لیے اصلاحات اسرائیل کی یہودی شناخت اور جمہوری ذمہ داریوں کے درمیان موجود فرق کو کم کر سکتی ہیں۔"

سفارڈ کے مطابق اصلاحات اقلیتوں کے حقوق کو تحفظ دینے اور ریاست کی جمہوری اقدار کو مضبوط کرنے کا ذریعہ ہیں۔ زمین، تعلیم، اور شہری نمائندگی میں مساوات کے اقدامات ریاست اور اقلیتوں کے درمیان اعتماد کو فروغ دیتے ہیں۔

یہ مستقبل کی جہات اقلیتوں کی شمولیت، انسانی حقوق کی حفاظت، اور ریاستی شناخت کے بیچ توازن پیدا کرنے کے لیے کلیدی ہیں۔ مستقبل کی اصلاحی جہات اسرائیل میں اقلیتوں کے حقوق کے تحفظ اور انسانی حقوق کے فروغ کے لیے اہم مواقع فراہم کرتی ہیں۔ مساوات، تعلیم، اور سماجی شمولیت پر مبنی اصلاحات نہ صرف قانونی امتیاز کو کم کریں گی بلکہ ریاستی شناخت اور جمہوری اقدار کے درمیان توازن قائم کریں گی۔

خلاصہ

اس تحقیق میں اسرائیل میں اقلیتوں اور مذہبی تنوع سے پیدا ہونے والے سماجی، قانونی اور سیاسی تنازعات کا تفصیلی مطالعہ پیش کیا گیا ہے، اور ان پر ریاستی پالیسیوں اور انسانی حقوق کے اثرات کو اجاگر کیا گیا ہے۔ مطالعہ میں تاریخی، نظریاتی، قانونی، سماجی اور بین الاقوامی پہلوؤں کو یکجا کرتے ہوئے اسرائیل میں اقلیتوں کی حالت کا جامع جائزہ لیا گیا ہے۔ تحقیق کے ابتدائی حصے میں نظری و فکری بنیادوں کا تجزیہ کیا گیا، جس میں جدید قومی ریاست، قومیت، اور مذہب کے تعلقات، صہیونیت کے فکری ارتقاء، اور کثیر الثقافتی نظریات کے اثرات شامل ہیں۔ اس نظریاتی پس منظر سے واضح ہوتا ہے کہ قومی شناخت اور مذہبی ترجیحات اقلیتوں کی شمولیت، حقوق، اور سماجی تعلقات پر براہ راست اثر ڈالتی ہیں۔ تاریخی اور آئینی تجزیے میں برطانوی مینڈیٹ، 1948 کے بعد ریاستی اداروں کی تشکیل، اور بیسک لاء کے نفاذ کا مطالعہ شامل

²⁷ Michael Sford, Michael Sford, Law and Human Rights in Israel: International Perspectives (Jerusalem: Magnes Press, 2014), 158.

ہے۔ یہ جائزہ ظاہر کرتا ہے کہ قانونی خلا اور نیشن اسٹیٹ لانے اقلیتوں کے حقوق میں رکاوٹیں پیدا کیں، جبکہ یہودی و جمہوری ریاست کی قانونی شناخت نے بعض اوقات ان کے تحفظ اور نمائندگی میں مشکلات پیدا کیں۔

سماجی و اقتصادی تجزیے میں عرب فلسطینی شہری، دروز، عیسائی، بدو قبائل اور افریقی پناہ گزین کمیونٹیز کی ساخت اور حیثیت پر روشنی ڈالی گئی۔ زمین، آباد کاری، تعلیمی نصاب، اور لسانی شناخت کے حوالے سے پیدا ہونے والی عدم مساوات اقلیتوں کے سماجی اور اقتصادی حالات پر نمایاں اثر ڈالتی ہے۔ بین الاقوامی انسانی حقوق کے فریم ورک، اقوام متحدہ کے معاہدات، اور بین الاقوامی تنظیموں کی رپورٹس نے اسرائیل کی ریاستی پالیسیز کی بین الاقوامی قانونی حیثیت کا تنقیدی جائزہ فراہم کیا۔ اپارٹھائیڈ کے علمی و قانونی تجزیے نے ساختی امتیاز، زمین، شہری نمائندگی، اور بنیادی حقوق میں فرق کو واضح کیا، جبکہ اصلاحی اور مستقبل کی جہات مساوات، شہری حقوق، اور سماجی شمولیت کے فروغ کے لیے رہنمائی فراہم کرتی ہیں۔ اسرائیل میں اقلیتوں کی قانونی، سماجی اور اقتصادی حیثیت ریاستی پالیسی، قومی شناخت، اور بین الاقوامی انسانی حقوق کے اصولوں کے درمیان پیچیدہ تعلق کی عکاس ہے۔ مؤثر اصلاحات، مساوات پر مبنی پالیسیز، اور بین الاقوامی اصولوں کی تعمیل کے ذریعے اقلیتوں کے حقوق کا تحفظ ممکن ہے اور انسانی و قار، سماجی شمولیت، اور جمہوری اقدار کو فروغ دیا جاسکتا ہے۔

مصادر و مراجع

1. عبد الوہاب المسیری، عبد الوہاب محمد المسیری، موسوعة اليهود واليهودية والصهيونية، مكتبة الشروق الدولية، قاہرہ، 1999ء
2. طارق البشرى، طارق عبد الفتاح البشرى، الدولة والجمهورية في مصر المعاصرة، دار الشروق، قاہرہ، 2008ء
3. إيهود سبري، إيهود سبري بن شلومو، النظام الدستوري في إسرائيل، دار المدى للدراسات والنشر، حيفا، 2005ء
4. عزي يشارة، عزي محمد يشارة، من يهودية الدولة حتى شارون، المركز العربي للأبحاث ودراسة السياسات، بيروت، 2004ء
5. Anderson, Benedict Richard O'Gorman, Imagined Communities: Reflections on the Origin and Spread of Nationalism, Verso, London, 1983.
6. Gellner, Ernest André, Nations and Nationalism, Cornell University Press, Ithaca, 1983.
7. Smith, Anthony David Stephen, The Ethnic Origins of Nations, Blackwell Publishers, Oxford, 1986.
8. Casanova, José Pedro Zúquete, Public Religions in the Modern World, University of Chicago Press, Chicago, 1994.
9. Khalidi, Rashid Ismail, The Iron Cage: The Story of the Palestinian Struggle for Statehood, Beacon Press, Boston, 2006.
10. van Creveld, Martin Levi, The Rise and Decline of the State, Cambridge University Press, Cambridge, 1999.
11. Pappé, Ilan, The Ethnic Cleansing of Palestine, Oneworld Publications, Oxford, 2006.
12. Gross, Aeyal Michael, The Nation-State Law and the Constitutionalization of Jewish Supremacy in Israel, International Journal of Constitutional Law, 2021.
13. Dotan, Yoav, Judicial Activism in Israel: The Supreme Court and Social Change, Routledge, New York, 2012.



14. Fuchs, Amir, *Religion and State in Israel*, Routledge, New York, 2007.
15. Jiryis, Sabri, *The Arabs in Israel*, Zed Books, London, 1976.
16. Benvenisti, Eyal, *The International Law of Occupation*, Oxford University Press, Oxford, 2004.
17. Miaari, Sami, *Arab Christians in Israel: Identity and Integration*, Routledge, New York, 2010.
18. Newman, David, *The Boundaries of the State in Israel*, Routledge, London, 2000.
19. Goldberg, Rebecca, *Refugees and Asylum Seekers in Israel*, Van Leer Institute, Jerusalem, 2015.
20. Yiftachel, Oren, *Ethnocracy: Land and Identity Politics in Israel/Palestine*, University of Pennsylvania Press, Philadelphia, 2006.
21. Motzafi-Haller, Pnina, *Education and Ethnicity in Israel*, Hakibbutz Hameuchad, Tel Aviv, 2013.
22. Quigley, John, *The International Law of Human Rights in Israel*, Oxford University Press, New York, 2010.
23. Sfard, Michael, *Law and Human Rights in Israel: International Perspectives*, Magnes Press, Jerusalem, 2014.
24. Rothchild, Alice, *Apartheid and Human Rights in Comparative Perspective*, Routledge, New York, 2011.